رخسانہ نگار عدنان

ایک تھی مثال

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی ہے۔ عمران، بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال، ذکیہ بیگم کی نواسی اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ بشریٰ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس بہو کا تعلق ہے۔ پانچ سال کی مسلسل کوشش کے بعد بشریٰ کی نند فوزیہ کا بالآخر ایک جگہ رشتہ طے پا جاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا ظہیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔ عدیل سے شادی سے قبل ظہیر کا بشریٰ کے لیے بھی رشتہ آیا تھا مگر بات نہ بن سکی تھی۔ نکاح والے دن فوزیہ کی ساس زاہدہ اور ذکیہ بیگم بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ بعد ازاں عدیل کو بھی پتا چل جاتا ہے۔ وہ ناراض ہوتا ہے مگر فوزیہ اور نسیم بیگم کو بتانے سے منع کر دیتا ہے۔ بشریٰ اور عدیل ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد جاتے ہیں۔ وہاں انہیں پتا چلتا ہے کہ بشریٰ کے ہاں سات سال بعد پھر خوش خبری ہے۔

عفان اور عاصمہ اپنے تین بچوں اور والد کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ عفان کے والد فاروق صاحب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ گریجویٹی اور گاؤں کی زمین فروخت کر کے وہ اپنا گھر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ میں زمین کا سودا کر کے وہ عفان کے ساتھ خوشی خوشی شہر آ رہے ہوتے ہیں کہ ڈکیتی کی واردات میں قتل ہو جاتے ہیں۔ عفان کے قریبی دوست زبیر کی مدد سے عاصمہ عفان کے آفس سے تین لاکھ روپے اور فاروق صاحب کی گریجویٹی سے سات لاکھ روپے وصول کر پاتی ہے۔ زبیر گھر خریدنے میں بھی عاصمہ کی مدد کر رہا ہے۔

اسلام آباد سے واپسی پر عدیل دونوں مقتولین کو دیکھتا ہے۔ زاہدہ، نسیم بیگم سے بیس لاکھ روپے سے مشروط فوزیہ کی رخصتی کی بات کرتی ہیں۔ وہ سب پریشان ہو جاتے ہیں۔ عدیل، بشریٰ سے ذکیہ بیگم سے تین لاکھ روپے لانے کو کہتا ہے۔

عاصمہ کی مجبوری ہے کہ گھر میں کوئی مرد نہیں۔ اس کا بیٹا ابھی چھوٹا ہے اور سارے کام اس نے خود کرنے ہیں۔ وہ جلد از جلد اپنا گھر خریدنا چاہتی ہے۔ عاصمہ کے کہنے پر زبیر کسی مفتی سے فتویٰ لے کر آجاتا ہے کہ دوران عدت انتہائی ضرورت کے پیش نظر گھر سے نکل سکتی ہے بشرطیکہ مغرب سے پہلے واپس گھر آجائے، سو وہ عاصمہ کو مکان دکھانے لے

جاتا ہے۔ اور موقع سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنی ہوس کا نشانہ بناتا ہے اور ویرانے میں چھوڑ کر فرار ہو جاتا ہے۔ وہاں سے وہ عدیل کی مدد سے گھر پہنچ پاتی ہے۔

رقم مہیا نہ ہونے کی صورت میں فوزیہ کو طلاق ہو جاتی ہے۔ نسیم بیگم جذباتی ہو کر سہو اور اس کے گھر والوں کو مورد الزام ٹھہرانے لگتی ہیں۔ اسی بات پر عدیل اور بشریٰ کے درمیان خوب جھگڑا ہوتا ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو دھکا دیتا ہے۔ اس کا ابارشن ہو جاتا ہے۔ عدیل شرمندہ ہو کر معافی مانگتا ہے مگر وہ ہنوز ناراض رہتی ہے اور اسپتال سے اپنی ماں کے گھر چلی جاتی ہے۔ اسی اسپتال میں عدیل عاصمہ کو دیکھتا ہے جسے بے ہوشی کی حالت میں لایا گیا ہوتا ہے۔ عاصمہ اپنے حالات سے تنگ آکر خودکشی کی کوشش کرتی ہے تاہم بچ جاتی ہے۔ نو سال بعد عاصمہ کا بھائی ہاشم پریشان ہو کر پاکستان آجاتا ہے۔ عاصمہ کے سارے معاملات دیکھتے ہوئے ہاشم کو پتا چلتا ہے کہ زبیر نے ہر جگہ فراڈ کر کے اس کے سارے راستے بند کر دیے ہیں اور اب مفرور ہے۔ بہت کوششوں کے بعد ہاشم، عاصمہ کو ایک مکان دلاتا ہے۔

بشریٰ اپنی واپسی الگ گھر سے مشروط کر دیتی ہے۔ دوسری صورت میں وہ علیحدگی کے لیے تیار ہے۔ عدیل مکان کا اوپر والا پورشن بشریٰ کے لیے سیٹ کروا دیتا ہے۔ بشریٰ کے آنے کے بعد بشریٰ کو مجبور کرتا ہے کہ وہ فوزیہ کے لیے عمران کا رشتہ لائے۔ نسیم بیگم اور عمران کسی طور نہیں مانتے۔ عدیل اپنی بات نہ مانے جانے پر بشریٰ سے جھگڑتا ہے۔ بشریٰ بھی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو طلاق دے دیتا ہے اور مثال کو چھین لیتا ہے۔ مثال بیمار پڑ جاتی ہے۔ بشریٰ بھی حواس کھو دیتی ہے۔ عمران بہن کی حالت دیکھ کر مثال کو عدیل سے چھین کر لے آتا ہے۔ عدیل، عمران پر اغوا کا پرچا کٹوا دیتا ہے۔

عاصمہ اسکول میں ملازمت کر لیتی ہے مگر گھریلو مسائل کی وجہ سے آئے دن چھٹیاں کرنے کی وجہ سے ملازمت چلی جاتی ہے۔

انسپکٹر طارق دونوں فریقین کو سمجھا بجھا کر مصالحت پر آمادہ کرتے ہیں۔ ذکیہ بیگم کی خواہش ہے کہ عدیل، مثال کو لے جائے، تاکہ وہ بشریٰ کی کہیں اور شادی کر سکیں۔ دوسری طرف نسیم بیگم بھی ایسا ہی سوچ بیٹھی ہیں۔ فوزیہ کی اچانک شادی کے بعد نسیم بیگم کو اپنی جلد بازی پر پچھتاوا ہونے لگتا ہے۔ انسپکٹر طارق، ذکیہ بیگم سے بشریٰ کا رشتہ مانگتے ہیں۔ ذکیہ بیگم خوش ہو جاتی ہیں، مگر بشریٰ کو یہ بات پسند نہیں آتی۔

وہ گرین کارڈ کے لالچ میں بشریٰ سے منگنی توڑ کر نازیہ بھٹی سے شادی کر لیتا ہے، پھر شادی کے ناکام ہو جانے پر ایک بیٹے سیفی کے ساتھ ایک طویل عرصے بعد دوبارہ اپنی چچی ذکیہ بیگم کے پاس آجاتا ہے اور ایک بار پھر بشریٰ سے شادی کا خواہش مند ہوتا ہے۔ بشریٰ تذبذب کا شکار ہو جاتی ہے۔

بشریٰ اور احسن کمال کی شادی کے بعد عدیل مستقل طور پر مثال کو اپنے ساتھ رکھنے کا دعوا کرتا ہے مگر بشریٰ قطعی نہیں مانتی، پھر احسن کمال کے مشورے پر دونوں بمشکل راضی ہو جاتے ہیں کہ مہینے کے ابتدائی پندرہ دنوں میں مثال بشریٰ کے پاس رہے گی اور بقیہ پندرہ دن عدیل کے پاس۔ گھر کے حالات اور نسیم بیگم کے اصرار پر بالآخر عدیل عفت سے شادی کر لیتا ہے۔ والدین کی شادی کے بعد مثال دونوں گھروں کے درمیان گھن چکر بن جاتی ہے۔ بشریٰ کے گھر میں سیفی اور احسن اس کے ساتھ کچھ اچھا برتاؤ نہیں کرتے اور عدیل کے گھر میں اس کی دوسری بیوی عفت۔ مثال کے لیے مزید زمین تنگ بشریٰ اور عدیل کے نئے بچوں کی پیدائش کے بعد پڑ جاتی ہے۔ مثال اپنا اعتماد کھو بیٹھتی ہے۔ احسن کمال اپنی فیملی کو لے کر ملائیشیا چلا جاتا ہے اور مثال کو تاریخ سے پہلے عدیل کے گھر بھجوا دیتا ہے۔ دوسری طرف عدیل اپنی بیوی بچوں کے مجبور کرنے پر مثال کے آنے سے قبل اسلام آباد چلا جاتا ہے۔ مثال مشکل میں گھر جاتی ہے۔ پریشانی کی حالت میں اسے ایک نشئی تنگ کرنے لگتا ہے تو عاصمہ آکر اسے بچاتی ہے۔ پھر اپنے گھر لے جاتی ہے۔ جہاں سے مثال اپنے ماموں عمران کو فون کر کے بلواتی ہے اور اس کے گھر چلی جاتی ہے۔

عاصمہ کے حالات بہتر ہو جاتے ہیں۔ وہ نسبتاً "پوش ایریا" میں گھر لے لیتی ہے۔ اس کا کوچنگ سینٹر خوب ترقی کر جاتا

ہے۔ مثال، واثق کی نظروں میں آچکی ہے تاہم دونوں ایک دوسرے سے واقف نہیں ہیں۔
عاصمہ کا بھائی ہاشم ایک طویل عرصے بعد پاکستان لوٹ آتا ہے اور آتے ہی عاصمہ کی بیٹیوں اریشہ اور اریبہ کو اپنے بیٹوں وقار، وقاص کے لیے مانگ لیتا ہے۔ عاصمہ اور واثق بہت خوش ہوتے ہیں۔
سیفی، مثال پر بری نیت سے حملہ کرتا ہے تاہم مثال کی چیخوں سے سب وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ سیفی الٹا مثال پر الزام لگاتا ہے کہ وہ اسے بہکا رہی تھی۔ احسن کمال بیٹے کی بات پر یقین کرلیتا ہے۔ مثال اور بشریٰ مجبور اور بے بسی سے کچھ کہہ نہیں پاتیں۔ احسن کمال پوری فیملی سمیت دوسرے ملک میں شفٹ ہوجاتا ہے۔ بشریٰ مثال کو مستقل عدیل کے گھر چھوڑ جاتی ہے۔ جہاں عفت اور پریشے اسے خاطر میں نہیں لاتیں۔ واثق کو بہت اچھی نوکری مل جاتی ہے۔ مثال اور واثق کے درمیان ان کہا سا تعلق بن جاتا ہے۔ مگر مثال کی طرف سے دوستی اور محبت کا کوئی واضح اظہار نہیں ہے۔ واثق البتہ کھل کر اپنے جذبات کا اظہار کرچکا ہے۔ واثق، عاصمہ سے اپنی کیفیت بیان کردیتا ہے۔ عاصمہ خوش ہوجاتی ہے مگر غائبانہ ذکر پر بھی مثال کو پہچان نہیں پاتی۔ واثق عاصمہ کو لے کر مثال کے گھر ملنے جاتا ہے۔ مگر دروازے پر عدیل کو دیکھ کر عاصمہ کو برسوں پرانی رات یاد آجاتی ہے۔ جب زبیر نے عاصمہ کی عصمت دری کرکے اسے ویرانے میں چھوڑ دیا تھا اور عدیل نے عاصمہ کو گھر پہنچایا تھا۔ اگرچہ عدیل نے اس وقت بھی نہیں سمجھا تھا کہ عاصمہ پر کیا بیتی ہے اور اب بھی اس نے عاصمہ کو نہیں پہچانا تھا مگر عاصمہ کو عدیل بھی یاد تھا اور اپنے ساتھ ہونے والا وہ بھیانک حادثہ بھی۔ شرمندگی اور ذلت کے احساس سے عاصمہ کو انجائنا کا اٹیک ہوجاتا ہے۔ واثق دروازے سے ہی ماں کو اسپتال لے جاتا ہے۔ مثال اس کا انتظار کرتی رہ جاتی ہے۔ پھر بہت سارے دن یوں ہی گزر جاتے ہیں۔ ان ہی دنوں عدیل اپنے دوست کے بیٹے فہد سے مثال کا رشتہ طے کردیتا ہے۔ عفت، مثال کے لیے اتنا بہترین رشتہ دیکھ کر بری طرح جل جاتی ہے۔ اس کی دلی خواہش ہے کہ کسی طرح یہ رشتہ پریشے سے طے ہوجائے۔ مثال بھی اس رشتے پر دل سے خوش نہیں ہے۔ مگر وہ اپنی کیفیت سمجھ نہیں پارہی۔ عاصمہ کی طبیعت ذرا سنبھلتی ہے تو وہ مثال کی طرف جانے کا ارادہ کرتا ہے۔ اتفاق سے اسی دن مثال کی فہد سے منگنی کی تقریب ہورہی ہوتی ہے۔ وہیں کھڑے کھڑے واثق کی ملاقات پریشے سے ہوجاتی ہے جو کافی ناز و ادا سے واثق سے بات کرتی ہے اور اس بات سے بے خبر ہوتی ہے کہ اس کی کلاس فیلو ورده جو اسے بہت پسند کرتی ہے، واثق کی بہن ہے۔
منگنی کے بعد مثال ایک دم شادی سے انکار کردیتی ہے۔ عفت خوش ہوجاتی ہے۔ عدیل بہت غصہ کرتا ہے اور بشریٰ کو فون کرکے مثال کو بھیجنے کی بات کرتا ہے۔ گھر میں ٹینشن پھیلی ہے۔ اسی ٹینشن میں مثال کالج کی لائبریری میں واثق سے ملتی ہے۔ واپسی میں عفت اسے واثق کے ساتھ دیکھ لیتی ہے اور عدیل کو بتادیتی ہے۔ عدیل ازحد پریشان ہوجاتا ہے۔ پریشے، ورده سے ملنے اس کے گھر جاتی ہے تو واثق سے ملاقات ہوجاتی ہے۔

انتیسویں قسط

عدیل ایک طرف ہوکر نکاح خواں کو فون کررہا تھا۔ عفت اس کے ساتھ شانہ ملا کر کھڑی تھی۔ اس کے دل کی مراد پوری ہونے جارہی تھی۔
مثال سے چھٹکارا بھی مل رہا تھا اور ساری زندگی سوتن کی موجودگی کے احساس سے کانٹوں کے بستر پر گزارنے والی ہے، عفت کے دل کو شاد کرنے کے لیے کافی تھی۔
وقار اور فائزہ اپنے وکیل کو فون کرنے کے بعد اب بے چینی سے اس کے آنے کا انتظار کررہے تھے۔
باہر ملازم اور کام والے لڑکے ازسرنو اسٹیج کو ٹھیک کررہے تھے۔
بچے کھچے قریبی مہمان اب گروپ کی شکل میں کرسیاں جوڑے چہ میگوئیاں کررہے تھے۔
کھانے کے برتنوں کے لیے دھیمی آنچ میں آگ لگائی جاچکی تھی۔

"آپی خوشی کی بات ہے یہ تو... بظاہر دیکھا جائے تو فہد بھائی میں کچھ برائی نہیں' یوں بھی ان کی پہلی بیوی امریکا میں رہے گی۔ تمہیں کوئی مسئلہ تو ہوگا نہیں۔ اس کے ہونے یا نہ ہونے سے۔"

پری کمرے میں آکر مثال کا میک اپ پھر سے تازہ کر رہی تھی۔ ساتھ ساتھ وہ جیسے مزا لیتے ہوئے مثال کو آنے والی سچویشن کے لیے تیار کر رہی تھی۔

مثال کسی بے جان بت کی طرح اس کے سامنے بیٹھی تھی۔

ان چند گھنٹوں میں اس کے دل نے جو آس باندھی تھی' جو نئے سرے سے خواب بنے تھے وہ سب راکھ ہو چکے تھے۔ اسے عدیل سے اس بات کی توقع نہیں تھی۔ وہ یوں جانتے بوجھتے ان لوگوں کی اصلیت پہچان کر بھی مثال کو اس گڑھے میں دھکیل دے گا۔

"لکی ہو بھئی آپی! کیسے بگڑی بات پھر سے بن چلی' ورنہ تو میں نے موسٹلی مووِیز میں دیکھا ہے' ایسے موقع پر ایک بار بارات واپس چلی جائے تو پھر اس لڑکی کی شادی نہیں ہو پاتی۔ ہے نا تم نے بھی دیکھی ہوں گی ایسی مووِیز تو...."

وہ دل سے چاہ رہی تھی کہ مثال کچھ ایسا بولے کہ پری اسے مزید سنائے۔ مگر مثال کے لب تو جیسے سل ہی گئے تھے۔

"ویسے بُری نہیں ہے' فہد بھائی کی پہلی بیوی بھی اور اس کی بچی تو بہت کیوٹ ہے۔ طلاق ولاق تو نہیں دیں گے فہد بھائی اسے' تم دیکھ لینا اس وقت صرف معاملہ سیدھا کرنا ہے۔" وہ ماں کی طرح دعوا کرنے والے لہجے میں بول رہی تھی۔

"پلیز تم جاؤ یہاں سے.... مجھے کچھ دیر اکیلا چھوڑ دو۔" مثال ایک دم سے اس کے ہاتھ زور سے پرے جھٹک کر روکھے سرد لہجے میں بولی۔

"اب اکیلا پن تو ملنا مشکل ہے' چند منٹوں میں نکاح ہونے جا رہا ہے' مجھے مما نے کہا ہے کہ تمہیں تیار کر کے اپنے ساتھ باہر لے آؤں' یوں بھی آدھی رات تو ہو چلی ہے پہلے ہی سب کچھ لیٹ ہو چلا ہے۔" وہ بڑے فکر مند سے لہجے میں کہہ رہی تھی۔ جیسے یہ سارے مسائل اسی کو درپیش ہیں۔

"تم ابھی جاؤ یہاں سے۔ جب میری ضرورت ہوگی میں آجاؤں گی خود سے باہر...."

"مگر مما نے کہا۔" اس نے بولنا چاہا۔

"گیٹ لاسٹ.... نکل جاؤ یہاں سے.... نکلو...."

اس سے پہلے کہ پری اپنی بات پوری کرتی' مثال نے اٹھ کر پوری طاقت سے پری کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر باہر کی طرف دھکیلا تھا۔ پری کے لیے یہ بہت غیر متوقع تھا۔ مثال نے اسے باہر دھکا دیتے ہی کمرے کا دروازہ لاک کر لیا تھا۔ پری لمحہ بھر کو گنگ سی کھڑی رہ گئی۔

"مثال آپی! کیا کرنے جا رہی ہو تم.... دیکھو کچھ ایسا ویسا نہیں کرنا.... مطلب سوسائیڈ وغیرہ.... پاپا بے چارے پہلے ہی بہت زیادہ پریشان ہیں۔ تم سمجھ رہی ہو نا؟"

دوسرے لمحے اسے ہوش آیا تو دروازہ پیٹتے ہوئے وہ بے اختیار چلائی تھی۔

اندر مثال نے اپنا دوپٹا نوچ کر پھینک دیا تھا۔ گجرے' چوڑیاں اتار دی تھیں۔ اب وہ بند دروازے کے ساتھ لگی زمین پر بیٹھی بے آواز آنسوؤں کے ساتھ رو رہی تھی۔

"کیا ہوا پری.... تم یہاں ہو؟" وردہ شاید اسے ڈھونڈتی ہوئی وہاں آگئی تھی۔

"مثال آپی! فار گاڈ سیک۔ دروازہ کھولو' دیکھو پلیز۔ اب مزید کسی ڈرامے کی گنجائش نہیں ہے۔" وہ وردہ کی طرف متوجہ ہوئے بغیر پھر سے دروازہ پیٹتے ہوئے اونچا اونچا بولی تھی۔

"مثال آپی اندر کمرے میں ہیں۔" وردہ بھی اس کے پاس آکر ہمدردی سے پوچھنے لگی۔

"یار انہوں نے مجھے باہر نکال کر کمرہ لاک کرلیا ہے۔" پری روہانسی ہو کر بولی تھی۔

"اومائی گاڈ۔۔۔ کچھ مس ہیپ (بری بات) بھی ہو سکتا ہے۔" وردہ بھی پریشانی ظاہر کرتے ہوئے بولی۔

"یہ ہی تو مجھے فکر ہے' مجھے آپی کی ذہنی حالت بھی کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔ بالکل بُت کی طرح خاموش تھی۔" وہ فکر مندی سے بتانے لگی۔

"تو تمہیں باہر نہیں آنا چاہیے تھا' انہیں اکیلا چھوڑ کر کمرے میں۔" وردہ نے پریشانی سے کہا۔

"آپی! مثال آپی! خدا کے لیے دروازہ کھول دو۔ مما' پاپا پہلے بہت پریشان ہیں۔ میری شامت آجائے گی۔ کہ میں نے تمہیں اکیلا کیوں چھوڑا۔"

وہ وردہ کی بات ان سنی کرتے ہوئے پھر سے دروازہ پیٹ کر ملتجی لہجے میں بولی تھی۔

جواب میں اندر بالکل خاموشی تھی۔

"یار! مجھے ڈر لگ رہا ہے اندر کی خاموشی سے' کوئی آواز نہیں۔" وردہ کچھ ڈر کر بولی۔

"کہیں اس نے کچھ کر تو نہیں لیا؟" پری اڑی رنگت کے ساتھ بولی تھی۔

"میں مما کو بتاتی ہوں جاکر' وہی آکر کچھ کریں گی۔" وہ تیزی سے وہاں سے چلی گئی۔

وردہ چند لمحے وہاں تاسف بھرا چہرہ لیے کھڑی رہی' پھر آہستگی سے وہاں سے چلی گئی۔

☆ ☆ ☆

"نہیں مما! کچھ فائدہ نہیں بے کار ہے یہ سب سوچنا۔" واثق مایوسی کی انتہا پر تھا۔

وہ بالکل ہمت ہار کر ایک طرف آکر بیٹھ گیا تھا۔

دوسری طرف پھر سے نکاح کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔ نکاح خواں ابھی ابھی اس کے پاس سے گزر کر اندر گیا تھا۔ فائزہ اور وقار وکیل کو لیے بیٹھے تھے۔

فہد اور لیلیٰ میں بھی کچھ بات چیت چل رہی تھی۔

"نہیں واثق! یوں ہمت نہیں ہارتے بیٹا! اور یہ سب جو کچھ ہونے جارہا ہے' یہ ان کے پاس الٹی میٹ آپشن ہے' اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے تو اس لیے یہ کیا جارہا ہے۔" عاصمہ اس کے پاس بیٹھ کر ہمت بڑھانے والے انداز میں بولی۔

واثق سر جھٹک کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

عفت اور عدیل ایک طرف کھڑے آپس میں کچھ بحث کر رہے تھے۔ مثال کی زندگی دوسروں کے لیے عبرت کی مثال بننے جارہی تھی اور یہ سب کچھ اس کے اپنے' بہت پیارے باپ کی مرضی سے ہو رہا تھا۔

یہ اس کی اپنی مرضی سے بھی تو ہو رہا تھا' وہ بھی تو بہت ہار کر بیٹھ گیا ہے۔

"کیا محبت صرف موافق حالات میں پنپنے کا نام ہے۔ اگر حالات مناسب نہیں ہوں تو محبت جرم بن جاتی ہے؟" کوئی اس کے اندر سے بولا تھا۔

اسے خود بھی نہیں پتا چلا' اس کے خون میں ایک دم سے' جو جوش بھری لہر اٹھی تھی' وہ کس طرح جاکر عدیل کے

سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔
عدیل نے کچھ ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔
عفت کے چہرے کے تاثرات بھی کچھ ایسے ہی تھے۔
مگر اسی لمحے وہ فیصلہ کر کے آیا تھا کہ وہ ان سے بات ضرور کرے گا۔ وہ اب پیچھے نہیں ہٹے گا۔
"سر! مجھے آپ سے بات کرنا ہے، بہت ضروری ہے۔" وہ ٹھوس اٹل لہجے میں عدیل کی آنکھوں میں دیکھ کر پر اعتماد انداز سے کہہ رہا تھا۔
عاصمہ آہستگی سے اس کے پیچھے آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اسے اچھا لگا کہ واثق نے کسی کا بھی سہارا لیے بغیر خود اپنا کیس لڑنے کا فیصلہ کیا تھا۔
"آپ کسی اور وقت آیئے گا' اس وقت میں کچھ ایسی بات نہیں ہو سکتی ——— اس وقت میں کچھ ایسی بات نہیں سن سکتا۔" عدیل اسے ٹال کر جانے لگا تھا۔
"بات اسی وقت ہو گی اور مجھے کرنا ہے۔ آپ کو سننی ہے کہ یہ بات بھی بہت اہم ہے۔" وہ اس کے رستے میں جم کر کھڑا ہو گیا تھا۔
"کیا مسئلہ ہے مسٹر!" عدیل سخت درشتی سے بولا تھا۔
"واثق کہتے ہیں مجھے اور میں.... میں آپ کی بیٹی مثال سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"
وہ اسی پر اعتماد لہجے میں آنکھوں میں چمک اور ہلکا سا جوش لیے بولا تھا۔ عدیل یک دم جیسے ساکت ہو کر رہ گیا تھا۔
" Are You Senses "(تم اپنے حواس میں ہو۔) وہ کچھ دیر بعد کچھ تحقیر سے بولا تھا۔
"عدیل بھائی! میرا بیٹا ہے یہ اور اصل میں ہم پہلے بھی آپ کے پاس آپ کی بیٹی کے رشتہ کے سلسلے میں آئے تھے۔ مگر آپ اس وقت مثال کی بات طے کر چکے تھے تو مجھے اچھا نہیں لگا کہ میں یہ بات آپ سے کروں' ہم خاموشی سے واپس چلے گئے کہ یقیناً" اس میں مثال کے لیے بہتری ہو گی' جبکہ میں اور میرا بیٹا دل سے آپ کی بیٹی کو اپنے گھر کی عزت بنانا چاہتے ہیں۔"
اب عاصمہ کو آگے بڑھ کر بیٹے کا کیس پیش کرنا پڑا تھا۔
عفت کے چہرے پر اب غصہ چھلکنے لگا تھا۔
"دیکھیں یہ رشتے ناتے جوڑنا کھیل یا مذاق نہیں کہ کوئی بھی اٹھ کر آئے اور رشتہ مانگ لے اور ہم صرف اس بنیاد پر "ہاں" کر دیں کہ مانگنے والا دل میں چاہت رکھتا ہے ہماری بیٹی کے لیے۔" عفت درشتی اور رکھائی سے کہہ رہی تھی۔
"دل میں بات ہے۔ بس' دوغلا پن یا منافقت نہیں اور خدانخواستہ دھوکا تو بالکل بھی نہیں۔" عدیل نے ٹھٹک کر عاصمہ کو اور پھر واثق کو دیکھا تھا۔
"یہ سب جو کچھ ہو رہا ہے اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ یہ لوگ۔ جو پہلے ہی آپ لوگوں کو اتنا بڑا دھوکا دے چکے ہیں۔ آگے جا کر مثال کے ساتھ کیا نہیں کر سکتے۔"
وہ پھر سے عدیل کو احساس دلانے والے انداز میں بولی۔
"تو آپ کے پاس کیا گارنٹی ہے کہ آپ کی بہو بن کر مثال کو دنیا جہان کی خوشیاں مل جائیں گی' جبکہ ہم آپ لوگوں کو جانتے بھی نہیں۔"
"چھوڑیں عدیل! ٹائم ضائع نہیں کریں۔ ویسے بھی نکاح سیٹ ہو چکا ہے' آ جائیں جلدی سے...."

"جن کو جانتے تھے وہ کیا نکلے' اگر جان پہچان کا یہ ہی معیار ہے تو....." عاصمہ پیچھے سے بولی تھی۔
عدیل وہیں کھڑا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اب الجھن سی تھی۔ عفت ناگواری سے پلٹی تھی۔ اس نے بظاہر سرسری انداز میں مگر واثق کو بہت گہری نظروں سے دیکھا تھا اور اسے پری کا وہ پاگل پن یاد آیا۔
"کہیں یہ ہی تو وہ لڑکا نہیں۔ وردہ کا بھائی ہے' یہ جس کے گھر سے لوٹ کر آنے کے بعد پری بیمار رہی تھی اور اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ کسی سے محبت کرنے لگی ہے۔"
لمحوں میں اس نے بہت ساری الجھی باتوں کی کڑیاں جوڑلی تھیں۔
ایک بار پھر مثال اور پری بالمقابل تھیں۔
"بھائی صاحب آپ ان لوگوں پر ایک بار پھر بھروسا کرنے جا رہے ہیں' جو بہت بری طرح سے آپ کو دھوکا دے چکے ہیں۔" عاصمہ' عدیل کو خاموش دیکھ کر پھر سے چوٹ لگاتے ہوئے بولی۔
عدیل کچھ بول نہیں سکا۔
"میں اور میرا بیٹا' میری فیملی' آپ جس طرح چاہیں ہمارے بارے میں معلوم کروائیں' آپ کی چھوٹی بیٹی پری میری بیٹی کی کلاس فیلو ہے' دونوں کا ایک دوسرے کے گھر آنا جانا ہے۔ اس کے علاوہ جو آپ معلوم کروانا چاہیں' آپ کو سب معلوم ہو جائے گا۔ آنکھوں سے اوجھل کچھ بھی نہیں رہے گا آپ کی۔" وہ رک کر بولی تھی۔
"شریف لوگ ایک بار زبان دے کر مکرا نہیں کرتے۔ پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ ہم لوگ ان سے بات کر چکے ہیں۔" عفت نے ایک اور کوشش کے طور پر جتا کر کہا۔
"شریف لوگ بار بار دھوکا بھی نہیں کھاتے عفت بہن..... اور آزمائے ہوئے لوگ جب دھوکے باز نکلیں اور صرف یہ سوچ کر آئندہ یہ دھوکا نہیں دیں گے کیا ہمیں ان پر بھروسا کر لینا چاہیے' اپنی سب سے قیمتی چیز ان کے حوالے کر دینی چاہیے۔" عاصمہ بھی پوری تیاری کے ساتھ بولی تھی۔
"سر! آپ مجھے جانتے ہیں۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ ہم بہت دولت مند' بہت امیر پیسے والے لوگ ہیں' میری مدر کی اکیڈمی ہے اور میرا چھوٹا سا بزنس جو میں اسٹارٹ کر چکا ہوں اور جاب بھی کر رہا ہوں۔ میں ان شاء اللہ آپ کی بیٹی کو عزت کے ساتھ وہ تمام خوشیاں دینے کی کوشش کروں گا جو ایک سیلف میڈ محنتی نوجوان دے سکتا ہے۔"
واثق بہت متانت بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔
"سر میرے پاس نہ تو کسی دوسرے ملک کی نیشنلٹی ہے کہ میں کہیں آپ کو دھوکا دے کر بھاگ جاؤں گا نہ میرے پاس ایسی جائداد یا پیسہ ہے جس کو بنیاد بنا کر کہ اسے آپ کی بیٹی کے نام کرنے کا وعدہ کر کے رشتہ جوڑوں' میرے پاس عزت ہے' غیرت اور خوف خدا کہ میں کسی کے ساتھ برا نہیں کروں اور اپنے زور بازو سے سب کچھ حاصل کرنے کا جذبہ' بچپن کی یتیمی نے مجھے بہت پہلے ہی خود پر اور خدا پر بھروسا کرنا سکھا دیا تھا۔"
واثق ٹھہر ٹھہر کر بول رہا تھا۔
"یہ سب فضول لفظی کہانیاں ہیں اور آپ ہمیں یہ سب کیوں سنا رہے ہیں جب ہمیں یہ نہیں سننا' نکاح ہونے جا رہا ہے۔ چلیں عدیل! سب بلا رہے ہیں ہمیں۔"
وہ مضبوطی سے عدیل کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچ کر لے جانے لگی تھی۔
"ٹھہرو عفت! جب جانے بوجھے لوگوں سے دھوکا کھانا ہے تو پھر انجان لوگوں کو آزمانے میں کیا حرج ہے۔" وہ واثق کو دیکھتے ہوئے کچھ سوچ بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔
"عدیل! یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔ ان لوگوں کی باتوں میں آرہے ہیں۔ وقار بھائی اور فائزہ بھابھی کیا سوچیں

کے وہ سب پیپرز تیار کروا چکے ہیں بس چلیں اب آپ!" وہ بری طرح سے مصر تھی۔
"کیا وقار اور فائزہ نے یہ سوچا تھا کہ جب ان کا دھوکا کھلے گا تو میں کیا سوچوں گا۔ میری بیٹی پر کیا بیتے گی۔" وہ رک رک کر بول رہا تھا۔
"عدیل کیا ہو گیا ہے۔" عفت کچھ پریشان ہو کر بولی۔
"عفت یہاں ہر انسان صرف اپنا فائدہ' اپنا مطلب دیکھتا ہے۔ کس میں اس کا فائدہ ہے اور کس میں نقصان' یہاں کسی کو دوسرے کے فائدے اور نقصان سے کچھ غرض نہیں ہوتی۔ یہی معاشرے میں اصول بنتا جا رہا ہے Survive کرنے کا تو پھر ہمیں بھی اپنا فائدہ' اپنا مفاد دیکھنا چاہیے۔"
عدیل کیا کچھ سوچ چکا ہے واثق اور عاصمہ کو کچھ کچھ اندازہ ہو چلا تھا۔
دونوں نے طمانیت بھرے انداز میں ایک دوسرے کو دیکھا۔
"مما' مما! وہ مثال آپی نے اپنے کمرے کا دروازہ لاک کر لیا ہے' انہوں نے مجھے باہر نکال دیا اور اب بہت بار کہنے پر بھی نہیں کھول رہیں اندر خاموشی ہے۔"
پری پھولے سانسوں کے ساتھ حواس باختہ سی ماں کے پاس آ کر بولی تھی۔
"میرے اللہ یہ کیا ہونے جا رہا ہے اب۔" عفت بے اختیار دل پکڑ کر بولی تھی۔
عدیل پری سے کچھ بھی پوچھے بغیر تیزی سے مثال کے کمرے کی طرف بھاگا تھا۔
واثق اور عاصمہ بھی اس کے پیچھے گئے تھے۔
"یہ دونوں خدا جانے کہاں سے ٹپک پڑے ہیں' اچھا بھلا سب کچھ ٹھیک ہونے جا رہا تھا اور یہ عدیل تو ایسا کچے کانوں کا آدمی ہے کہ فوراً" ہر کسی کے کہنے پر چل پڑتا ہے۔"
وہ سخت بیزاری سے بڑبڑا کر ان کے پیچھے جا رہی تھی۔
"یہ مثال آپی والا معاملہ نپٹ جائے تو میں مما کو واثق کے بارے میں بتا دوں گی۔"
پری سرشاری سی واثق کے چوڑے کندھوں کو دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی۔
"کیا بنا؟ بتا دیا تم نے اپنی مدر کو مثال آپی کے بارے میں۔" ورده اس کے پاس آ کر کھڑی تھی۔
"ہوں ادھر ہی گئے ہیں سب... آجاؤ تم بھی۔" پری بے خیالی میں اس کی طرف دیکھے بغیر یونہی سر کو جنبش دے کر بولی اور مثال کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔
"مثال' مثال دروازہ کھولو۔" عدیل اس کے کمرے کے باہر جا کر سختی سے دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے دھیمی مگر بھاری آواز میں بولا تھا۔
اندر جامد خاموشی تھی۔
"اگر اس نے خود کو کچھ کر لیا' اسے کچھ ہو گیا تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔" اس کا دل بے اختیار ڈرا تھا۔
"بشریٰ کو میں کیا جواب دوں گا؟" دوسری سوچ یہی آئی تھی اس کے دل میں۔
"مثال' بیٹا دروازہ کھولو۔ بات کرو مجھ سے مثال!" وہ جیسے گڑگڑا کر کہہ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔
آہستگی سے دروازہ کھلا تھا۔
اجڑے روپ اور بکھرے حلیے کے ساتھ' سرخ آنکھیں اور آنسوؤں بھرا چہرہ لیے مثال اس کے سامنے کھڑی تھی۔

"اور اگر میرے اس فیصلے سے یہ آنسو ہمیشہ کے لیے مثال کا مقدر بن گئے تو میں کیا کروں گا۔" اس کا دل بُری طرح سے تڑپا تھا۔
دوسرے لمحے اس نے ٹوٹی بکھری مثال کو اپنے گلے لگالیا تھا۔ وہ اب تڑپ تڑپ کر رو رہی تھی اور وہ خود بھی اس کے ساتھ جیسے بکھر گیا تھا۔
پیچھے سے سب کے آنے کا پتا چل رہا تھا اور اس وقت عدیل کو لگا انہیں کسی کا بھی سامنا نہیں کرنا چاہیے' اس نے بے حد آہستگی سے مثال کو اپنے کندھے کے ساتھ لگا کر اپنے قدم کمرے کے اندر کیے تھے۔
"پاپا' پاپا پلیز مجھے شادی نہیں کرنی۔ پاپا مجھے نہیں کرنی شادی!" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔
عفت عاصمہ اور واثق وہاں پہنچے تو کمرے کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔

☼ ☼ ☼
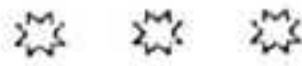
"بابا پلیز۔" فہد چڑے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔
"ابھی بھی تم یہ سب کہو گے۔"
وقار تیز غصے بھرے لہجے میں بولا تھا۔
فائزہ کی نظروں میں بھی بہت لعن طعن سی تھی۔
"کچھ رہ نہیں گیا ہمارے پاس اب گنوانے کے لیے۔ عزت' ساکھ سب کچھ خاک میں مل گیا ہے اور ایسی دو نمبر بازاری عورت کو تم پھر بھی اپنے ساتھ چمٹائے رکھنا چاہتے ہو' آج جس کی وجہ سے ہم سارے میں ذلیل و خوار ہوئے ہیں' تم ابھی بھی اسے طلاق نہیں دینا چاہتے۔" فائزہ پھٹی ہوئی آواز میں بولی تھی۔
"یہ چاہتا ہے کہ یہاں سے ہم دھکے مار کر نکالے جائیں صرف اس بات کی کسر تو رہ گئی ہے۔" وقار اسی غصے میں بولا تھا۔
"کس بات کی مجبوری ہے آپ کو مجھے بتادیں' جو اتنا گر کر ہم یہ شادی کرنا چاہ رہے ہیں۔" فہد جیسے برداشت کھو کر بولا تھا۔
"یہ تم ہم سے پوچھ رہے ہو؟ شرم تو شاید اب تم میں بچی ہے' نہ ذرا سی غیرت۔۔۔" وقار غصے میں بولا۔
"میری بیٹی ہے اس کے پاس۔" وہ ملتجی لہجے میں جیسے گڑگڑا کر بولا۔ ماں باپ کو یاد کرانے کو۔
"لے لیں گے ہم اس سے بچی کو' تم اس کی فکر مت کرو۔" وقار لاپروائی سے بولا تھا۔
"اور تم اس بات کی ٹینشن نہیں لو' اس طرح کی عورتیں بہت دیر قید رہ کر بچوں کا دم چھلا اپنے ساتھ نہیں لگاتی ہیں۔ وہ خود بچی تمہارے حوالے کردے گی محض چند مہینوں میں۔" فائزہ اسے تسلی دینے کو بولی۔
"یہی خیال آپ کا اس وقت بھی تھا جب میں نے اس سے شادی کی تھی کہ یہ چند ہفتے تو کیا چند دن بھی میرے ساتھ نہیں گزار سکے گی۔" فہد بڑبڑا کر بولا۔
"اور اس نے نہ چھوڑا تمہیں' تم چھ سال سے اس کو جونک کی طرح اپنے ساتھ چمٹائے بیٹھے ہو۔" وقار نفرت سے بولا۔
"اور اب' ہمیں مزید تماشا نہیں بناؤ۔ یہاں طلاق نامے پر سائن کرو اور ختم کرو اس قصے کو۔"
وقار نے پیپرز اس کے آگے کیے' فہد بے بسی سے بیٹھی لیلیٰ کو دیکھتا چلا گیا جس کی گود میں اس کی بیٹی بچپن کی معصوم اور میٹھی نیند سو رہی تھی اس سے بے خبر کہ اس کا دادا اور دادی اس کے بارے میں کتنا ظالمانہ فیصلہ کر

رہے ہیں۔

وہ سخت مشکل میں مبتلا اپنے آگے رکھے پیپرز کو دیکھتا جا رہا تھا۔ وہ مثال کو اپنانے کو تیار تھا مگر لیلیٰ کو چھوڑنا۔ ایک سوہان روح خیال جو لمحے کانٹوں پر گھسیٹ رہا تھا۔

"فہد! مت سوچو اتنا' اس وقت اور کوئی آپشن نہیں ہے ہمارے پاس۔" فائزہ اب کے کچھ نرمی سے بولی تھی اس کا کندھا تھپک کر۔

"مما اگر میں لیلیٰ کو طلاق نہیں دوں اس پیپرز پر سائن نہیں کروں تو؟" وہ بے بسی سے پوچھ رہا تھا۔

"تو پھر عاق تو ہم تمہیں کر ہی دیں گے ہم دونوں کے جنازوں میں بھی تمہیں شامل ہونے کی اجازت نہیں ملے گی۔ یہی وصیت ہوگی ہماری' اب تم فیصلہ کرلو۔"

وقار بے لچک لہجے میں کہہ رہا تھا اور فہد ساکت سا دیکھے جا رہا تھا باپ کو!

☆ ☆ ☆

"بابا! مثال لہجے میں شاک لیے باپ کو دیکھ رہی تھی۔ وہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔

وہ باپ کو دیکھتے ہوئے ایک بار پھر بے اختیار سی ہو گئی۔ بہت سال پہلے یونہی بچپن میں بھی وہ عدیل کے اداس و پریشان چہرے کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔

اس وقت بھی اس کے دل میں یہی ہوتا تھا وہ جیسے بھی' جس طرح بھی جتن کرے اور عدیل کے چہرے پر مسکراہٹ بکھیر دے اور آج تو بابا کو میری وجہ سے جس مسلسل پریشانی' ہزیمت سے گزرنا پڑا میں چاہتے ہوئے بھی اس کی تلافی نہیں کر سکتی۔

وہ یک ٹک باپ کے چہرے کو دیکھتے ہوئے سوچے جا رہی تھی۔ ابھی چند منٹ پہلے وہ اپنی جان لینے جا رہی تھی۔ مگر ان لمحوں میں بھی عدیل کی ایک آواز' ایک پکار نے اسے پانی کی طرح پگھلا کر رکھ دیا تھا۔

وہ جانتی تھی واپس زندگی کی طرف پلٹنا عمر بھر پھانسی کے پھندے پر لٹکنے کے برابر ہوگا۔

لیکن وہ اپنے آئیڈیل باپ کی خاطر عمر بھر کے لیے اس پھندے پر بھی جھولنے کے لیے تیار ہو گئی تھی۔

"بابا! آپ جو کہیں گے' جیسے کہیں گے میں ایک بھی سوال نہیں کروں گی' میں صرف آپ کے چہرے پر سکون' خوشی اور اطمینان دیکھنا چاہتی ہوں۔"

وہ باپ کے دونوں ہاتھوں کو ہونٹوں اور آنکھوں سے چوم کے جذباتی لہجے میں بولی۔

"بابا! میری وجہ سے آپ نے اتنے سال' بہت سی پریشانیاں دیکھی ہیں' بہت ٹینشن' جب کہ میں نے کبھی بھی نہیں چاہا کہ آپ دکھی ہوں اور ہر بار آپ ہوئے صرف میری وجہ سے۔ بابا مجھے معاف کر دیں۔"

وہ اس کے ہاتھوں پر چہرہ رکھ کر رو پڑی تھی۔ عدیل کے دل پر جیسے چوٹ پڑی۔

وہ آہستہ آہستہ اس کے جھکے ہوئے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا' جذبات کی یورش اسے کچھ بولنے نہیں دے رہی تھی۔

"مثال! آدمی وہی کچھ کاٹتا ہے' جو وہ بوتا ہے۔ میں نے پریشانیاں بوئی تھیں تو اپنی مرضی سے' تمہارا اس میں کچھ قصور نہیں تھا اور تمہیں میں سزا دینے کا حق بھی نہیں رکھتا۔ لیکن میں دیتا رہا اتنے سارے سال' تمہیں ان جرائم' ان گناہوں کی سزا دیتا رہا جو تم نے کیے ہی نہیں تھے۔"

وہ بمشکل اپنی آنکھیں پونچھ کر گلوگیر لہجے میں بولا تھا۔

"پلیز بابا! ایسا نہیں کہیں' آپ آج بھی میرے آئیڈیل ہیں۔ مجھے اس دنیا میں سب سے پیارے ہیں۔"

وہ پھر سے باپ کے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگا کر رونے لگی تھی۔
"اور تمہارا آئیڈیل باپ تمہارے ساتھ کیا ظلم کرنے جا رہا تھا اپنی اتنی پیاری اتنی حساس بیٹی کے ساتھ۔" وہ اس کی آنکھیں صاف کرتے ہوئے دل شکستگی سے کہہ رہا تھا۔
"پاپا! مجھے صرف آپ کی خوشی چاہیے جس میں آپ کو سکون ملے اور میں نے خدا سے دعا کی ہے پاپا کہ آئندہ آنے والے دنوں میں میری وجہ سے کبھی آپ کو کوئی دکھ نہیں ملے اور میں نے ابھی رو رو کر اللہ سے یہ بھی کہا ہے کہ وہ میری یہ دعا ضرور قبول کرے۔" وہ بچوں کی سی معصومیت سے کہہ رہی تھی جیسے سالوں پہلے وہ باپ کی پریشانی بانٹتے ہوئے اس کی گود میں بیٹھ کر یہ سب کہا کرتی تھی۔
"میری بیٹی! میں بھی تمہیں کوئی خوشی نہیں دے سکا۔" دل کا پچھتاوا لبوں پر آگیا تھا۔
"نہیں پاپا! یہ نہیں کہیں، جب مما مجھے اپنے ساتھ نہیں رکھنا چاہتی تھیں۔ آپ نے رکھ لیا تو آپ نہیں جانتے آپ نے مجھے اپنا کون سا خزانہ بخش دیا تھا آپ نے مجھے میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی دے دی تھی، مجھے آپ سے اور کچھ نہیں چاہیے پاپا!"
وہ اس بار بہت پر سکون لہجے میں کہہ رہی تھی۔
"ہمیشہ خوش رہو مثال! میری دعائیں ہیں تمہارے ساتھ ہر لمحہ، ہر گھڑی ایک باپ کی دعا جسے خدا رد نہیں کرتا۔" وہ بہت جذبے سے اسے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔
"میرے پاپا میرے لیے اس سے بڑھ کر اور کچھ بھی نہیں، آپ میرے لیے جو بھی فیصلہ کریں گے۔ میں زندگی بھر اسے ہنسی خوشی نبھاؤں گی، یہ میرا آپ سے وعدہ ہے، آپ کو کبھی میری طرف سے کوئی شکایت، کوئی غم نہیں ملے گا۔"
عدیل اسے ساتھ لگا کر تھپکنے لگا۔ اس کے لیے فیصلہ کرنا آسان ہو گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"یہ کیا کہہ رہے ہو عدیل تم!" وقار شاک بھرے انداز میں سامنے کھڑے عدیل کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔
"وہی جو مجھے کہنا چاہیے تھا، تمہاری اور تمہارے بیٹے کی اصلیت جان لینے کے بعد۔" عدیل کی آنکھوں میں سرد مہری تو تھی ہی گہری اجنبیت بھی تھی۔
"لیکن اس پر تو ہم بات کر چکے ہیں، تمام معاملات طے پا چکے ہیں جیسے تم چاہ رہے تھے۔ گھر بھی مثال کے نام ہو چکا ہے اور فہد اس لڑکی کو طلاق......"
"بس!" عدیل نے ایک ہاتھ اٹھا کر اسے مزید بولنے سے روکا تھا۔
فائزہ اور وقار نے سخت پریشانی کے عالم میں ایک دوسرے کو دیکھا۔ سب کچھ پھر لٹنے جا رہا تھا۔
عفت کے چہرے پر ناگواری سی الجھن تھی۔
مگر وہ آگے بڑھ کر اب عدیل کو روک نہیں سکتی تھی اسے پھر سے بھری محفل میں ذلیل ہونے کی ہمت نہیں تھی۔
"آگے نہیں وقار..... آگے کچھ نہیں بولنا میں ایک بار زندگی میں اپنا یہ حق استعمال کر چکا ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ برس ہا برس بیٹی ایسے کسی بھی معاملے میں حصہ دار بنے جس میں کسی کو طلاق ہو۔"
"مگر عدیل! اس میں تمہارا یا مثال کا کوئی ہاتھ نہیں ہم تو پہلے ہی ایسا چاہتے تھے۔" وہ فوراً "صفائی دینے والے

انداز میں بولا۔

عدیل نے اسے تاسف بھری نظروں سے دیکھا۔

"اور مجھے بہت افسوس ہے کہ اتنے سال دوستی رہنے کے باوجود میں تمہیں ٹھیک سے پہچان نہیں سکا۔" وہ اس کے چہرے پر سرد نگاہیں مرکوز کرتے ہوئے بولا۔

"عدیل... دیکھو سب معاملے طے پا چکے ہیں۔" وقار نے صلح جو انداز میں اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ تم اتنے خود غرض' بے حس اور مفاد پرست ہو کہ صرف اپنی غرض کی خاطر کسی کی بھی زندگی کو تباہ کر سکتے ہو اور میں بے وقوف دوسری بار' وہی غلط فیصلہ کرنے جا رہا تھا جس سے بچانے کے لیے قدرت نے اس لڑکی کو غیبی مدد بنا کر بھیجا۔"

عدیل نے ایک طرف کھڑی لیلیٰ کو ہمدردی سے دیکھ کر کہا۔

"تم اس کی باتوں میں مت آؤ عدیل۔" وقار اسے وارن کرنے والے انداز میں بولا۔

"نہیں آ رہا بالکل بھی بلکہ میں اس کے لیے صرف دعا کر رہا ہوں' کیونکہ بہرحال یہ بھی کسی کی بیٹی ہے اور تمہاری پوتی کی ماں بھی۔"

"تم نہیں جانتے عدیل...."

"وقار! جھوٹی ضد اور بے کار کی انا چھوڑ کر ان دونوں کو اپنا لو' جبکہ تمہارا بیٹا بھی اسے نہیں چھوڑنا چاہتا۔ اس کی خاطر ان دونوں کو قبول کر لو تو شاید میری نظروں میں کچھ تمہارا مقام رہ جائے ورنہ میں ہمیشہ یہی شکر ادا کرتا رہوں گا کہ خدا نے میری بیٹی کو تم جیسی دھوکے باز فیملی کے ہتھے چڑھنے سے بچا لیا۔"

اس نے دو ٹوک انداز میں کہہ کر جیسے بات ہی ختم کر دی۔

"لے جاؤ اس لڑکی کو اپنی بہو نہیں اپنی بیٹی بنا کر' ایک بار اسے کھلے دل سے قبول کر لو۔ تمہارے لیے زندگی آسان ہو جائے گی۔ بیٹا بھی تمہارے پاس آ جائے گا۔ تمہارا گھر ہمیشہ کے لیے آباد ہو جائے گا۔ میں صرف تمہیں مشورہ دے سکتا ہوں۔"

"عدیل بھائی! نکاح شروع کروائیں' لیلیٰ والے معاملے کو بھی بعد میں دیکھ لیں گے۔"

فائزہ شوہر کی مدد کو آگے بڑھی تھی۔

"عفت بھابھی! مثال بیٹی کو لے کر آئیں۔" وہ عفت کو بہت اپنائیت سے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ مثال کو اب لے آئیں عفت! کیونکہ ذرا سی دیر میں نکاح ہے اس کے باوجود کہ تم نے مجھے بہت بڑا دھوکا دیا ہے وقار! پھر بھی میں چاہوں گا تم میری بیٹی کے نکاح میں ضرور شامل ہو۔"

عدیل کی بات پر وقار اور فائزہ نے کچھ پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

"واثق بیٹا! آ جائیں آگے آپ!" عدیل نے پیچھے کھڑے واثق کا ہاتھ پکڑ کر اسے آگے کیا تھا۔

وقار' فائزہ' فہد اور باقی سب کے لیے یہ کسی جھٹکے سے کم نہیں تھا۔

اور عفت تو لمحہ بھر کو بے یقین سی کھڑی رہ گئی تھی۔

ایک بار پھر عدیل نے فیصلہ کرتے ہوئے اس کو کسی قابل نہیں سمجھا تھا' وہ غصے میں کھولنے لگی تھی۔

☼ ☼ ☼

واثق اور مثال کا نکاح ہو رہا تھا۔

دونوں کے چہروں پر ایک مسلسل بے یقینی کی کیفیت ثبت تھی۔ عفت اور پری ششدر سی سب دیکھ رہی تھیں۔
وردہ ماں اور بھائی کو خوش دیکھ کر مطمئن سی ہو چکی تھی۔
عدیل کے چہرے پر جیسے صدیوں بعد ایک سکون بھرا ٹھہراؤ آیا تھا۔ وقار اور اس کی فیملی عدیل کے اصرار کے باوجود وہاں نہیں رکی تھی۔
عدیل نے بھی انہیں جانے دیا۔ یہی مقام شکر کیا کم تھا کہ مثال کو بہر حال اللہ نے بچا لیا تھا۔
نکاح ہو جانے کے بعد عاصمہ عدیل کو مبارک باد دیتے ہوئے بے اختیار مثال کو ساتھ لپٹا کر پیار کر رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔
سالوں پہلے کی وہ رات جب عدیل کو اللہ نے اس کے لیے فرشتہ بنا کر بھیجا تھا۔
اور اس نے جب جب عدیل کو یاد کیا اس کو بہت دعائیں دی تھیں اور سمجھ رہی تھی شاید قرض چکا دیا' لیکن آج جو کچھ ہوا تو اسے معلوم ہوا کہ اللہ اس سے کچھ اور بھی تو چاہتا تھا۔
اسے اپنے اللہ پر بھی اس لمحے بہت پیار آرہا تھا۔
"میری بیٹی بہت سادہ' بہت معصوم ہے عاصمہ بہن! اس نے اپنی اس چھوٹی سی زندگی میں مکمل خوشی نہیں دیکھی' اگر اس سے کچھ بھول ہو جائے' کچھ غلطی تو آپ اسے اپنی بیٹی سمجھ کر نظرانداز کر دیجیے گا۔"
رخصتی سے پہلے عدیل نے جب رندھی آواز میں واثق کے ساتھ اسٹیج پر بیٹھی مثال کو دیکھتے ہوئے کہا' تو عاصمہ کے چہرے پر بڑی اعتماد بھری مسکراہٹ ابھری تھی۔
"عدیل بھائی! مثال کو میں اپنی بہو نہیں اپنی بیٹی ہی بنا کر لے جا رہی ہوں۔ پلیز اب آپ بھول جائیں یہ آپ کی بیٹی ہے۔ مجھے اپنے واثق سے بھی بڑھ کر عزیز ہے' ان شاء اللہ آپ کو اس کی طرف سے کبھی کوئی ایسی ویسی بات سننے کو نہیں ملے گی۔"
اور عدیل کی آنکھیں مزید بھیگ گئیں۔
"اور آپ کا بہت شکریہ' آپ نے مجھ پر میرے بیٹے پر بھروسا کیا' اللہ نے چاہا تو میرا بیٹا آپ کی توقعات پر پورا اترے گا۔"
"ان شاء اللہ میری دعائیں ہیں ساتھ۔" وہ طمانیت سے چہرہ صاف کر کے مسکرایا تھا۔
"تو اب ہمیں رخصتی کی اجازت دیں' رات کافی سے زیادہ بیت چکی۔" عاصمہ نے کہا تو عدیل لمحہ بھر کو جیسے منجمد سا رہ گیا ایک لمحہ کو اسے محسوس ہوا کہ اگر مثال اس سے ہمیشہ کے لیے دور چلی گئی تو وہ کیا کرے گا۔
اس نے ایسا کبھی نہیں سوچا تھا۔
ہر لمحہ صرف مثال کو ایک بوجھ سمجھ کر اتارنے کی خواہش کی تھی۔
اور آج جب یہ بوجھ کوئی بہت سبھاؤ سے اتار کر اپنے سینے سے لگا کر لے جانے کا خواہش مند تھا تو جیسے اس کا دل ٹھٹک سا گیا تھا۔
مثال کی دوری کے خیال نے تو ہمیشہ اسے ہراساں کیا تھا۔
"کیا یہ ممکن نہیں عاصمہ بہن کہ رخصتی چند دنوں بعد ہو جائے کیونکہ جس طرح نکاح عجلت میں ہوا ہے تو مثال کو' ہمیں اس سارے کو ذہنی طور پر قبول کرنے کا کچھ وقت مل جائے گا۔" وہ ذرا دیر بعد لجاجت سے کہہ رہا تھا۔
"عدیل بھائی!" عاصمہ کچھ خفگی سے بولی۔ "تو آپ کو بھروسا نہیں ہم پر۔"

"ایسی بات نہیں ہے عاصمہ بہن! بیٹی کا باپ ہوں نا جانتا ہوں کہ بیٹی کو ایک نہ ایک دن رخصت ہو کر پرائے گھر جانا ہی ہوتا ہے 'لیکن اس حقیقت کو قبول کرنے میں کتنی تکلیف ہو سکتی ہے' یہ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔"
وہ سر جھکائے کچھ افسردہ سا کہہ رہا تھا۔
"تو آپ نے یہ کیسے سوچ لیا آپ کی بیٹی خدا نخواستہ رخصت ہو کر پرائے گھر میں جا رہی ہے' وہ اپنی ماں کے گھر جا رہی ہے اور وہ گھر یہاں آپ کے گھر سے بہت دور نہیں بلکہ اب کچھ اور بھی پاس آجائے گا جب وہ وہاں جائے گی۔"

عاصمہ بہت پیار بھرے لہجے میں کہہ رہی تھی۔
عدیل آنکھوں میں تشکر بھرے احساسات لیے اسے دیکھنے لگا۔
"لوگوں کو واپس بھی جانا ہے عدیل! کوئی اور کتنا انتظار کرے' رخصتی ابھی ہو گی یا بعد میں سب ہی پوچھ رہے ہیں 'بتائیں کیا کرنا ہے؟" عفت پاس آکر بہت تھکن و اکتاہٹ بھرے لہجے میں پوچھ رہی تھی۔
"رخصتی ابھی ہو گی عفت! تم مثال کا ضروری سامان جو ساتھ کرنا ہو تم پلیز وہ ساتھ رکھوا دو باقی سب کچھ کل دن میں بھجوا دیں گے۔" عدیل سر ہلا کر بولا۔
"نہیں عدیل بھائی! یقین کریں 'بالکل بھی یہ میں رسمی بات نہیں کر رہی۔ ہمیں واقعی کوئی جہیز' کچھ بھی نہیں چاہیے آپ نے اپنے گھر کا سب سے انمول موتی ہماری جھولی میں ڈال دیا' ہمیں اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں چاہیے۔" عاصمہ قطعی انداز میں کہہ رہی تھی۔
"نہیں عاصمہ بہن! یہ تو نہیں ہو سکتا جو کچھ مثال کے نصیب کا تھا۔ وہ تو اسے ملے گا ہی۔ پہلے ہی سب اسی کی نیت سے بنایا تھا تو وہ اسی کا حق ہے۔"
عدیل نے سختی سے عاصمہ کی بات کو رد کیا۔
"اب نہیں کہیں 'میرے گھر میں سب کچھ موجود ہے اور میں جہیز کے بالکل بھی حق میں نہیں' واثق بھی یہ بات پسند نہیں کرے گا۔ پلیز آپ یہ سب رہنے دیں۔
بلکہ عفت بہن! آپ پری کے لیے یہ سب رکھ لیں' ہمیں مثال مل گئی۔ ہمیں اور کچھ نہیں چاہیے۔" وہ محبت بھرے انداز میں عفت کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔
اور عفت کو یوں لگا جیسے کسی نے انگارے اس کے کندھے پر رکھ دیے ہوں۔
"معاف کیجیے گا محترمہ! میری بیٹی نے کبھی اترن نہیں پہنی نہ ہی میری پری نے ہمیشہ جو چاہا' وہ اپنی پسند کا ہی لیا' یہ سب جو ہے یہ مثال کی پسند کا ہے جو پری کو کبھی پسند نہیں آئے گا۔ اس لیے یہ سب آپ کو لے جانا پڑے گا' ہاں اگر آپ کو نہیں چاہیے تو اپنی بیٹی کے لیے رکھ لیں یا پھر کسی بھی یتیم مسکین کو دے دیجیے گا۔ مگر ہم نہیں رکھیں گے یہ سامان۔"
عاصمہ لمحہ بھر کو ساکت سی رہ گئی۔
عدیل کے چہرے پر غصہ اور ناگواری کے تاثرات ابھرے تھے۔
"تم جانتی ہو۔ تم یہ سب کیا کہہ رہی ہو۔" وہ دبی آواز میں غرا کر عفت سے بولا تھا۔
"میں سامان رکھوا رہی ہوں۔ باہر پھر جس طرح ان لوگوں کو لے جانا ہو گا لے جائیں گے۔ صبح سے یہ وقت آ گیا ہے ٹینشن بھرا تھکا دینے والا دن ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہا پلیز اب جلدی ختم کریں۔ اس ہیڈک کو۔" وہ منہ میں بڑبڑاتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔
عدیل زمین میں نظریں گاڑے کتنی دیر کھڑا رہا۔

"آپ سمجھ سکتی ہیں اب کہ میری مثال نے یہاں کیسی زندگی گزاری ہو گی۔"

"میں سمجھ سکتی ہوں۔ اجازت دیں اب ہمیں.... میں اپنی بیٹی کو اپنے گھر لے جاسکوں۔"

عاصمہ نپے تلے انداز میں کہہ کر آہستگی سے قدم بڑھاتی اسٹیج کی طرف بڑھ گئی۔

جب بیٹیوں کی نئی زندگی شروع ہونے جارہی ہو تو اپنی ماؤں کی موجودگی کتنی ضروری ہوتی ہے اس لمحے عدیل کو بہت شدت سے احساس ہوا تھا۔

"اب تو تمہیں یقین آگیا ہو گا مثال! کہ کس کے جذبے سچے ہیں اور اس میں کتنی طاقت تھی جبکہ تم تو مجھے ہمیشہ کی جدائی دے کر کسی اور کی ہونے جارہی تھیں نا؟"

وہ چہرہ جھکائے بہت سرشار لہجے میں اپنے پیروں پر بنے مہندی کے خوب صورت بیل بوٹوں کے ڈیزائن پر نظریں جمائے کھڑی مثال سے کہہ رہا تھا۔

وہ جواب میں بہت گہری مسکراہٹ کے ساتھ اس کے سیاہ بوٹوں کو دیکھتی رہی۔

☼ ☼ ☼
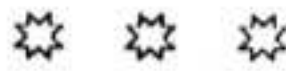
اور رات کے آخری پہر بالآخر رخصتی ہو ہی گئی۔

عاصمہ نے عفت کے اصرار کے باوجود بہت کم سامان ساتھ لیا تھا' عفت یوں تو نخرے دکھاتے ہوئے انکار کیے جارہی تھی مگر دل میں دو طرح سے بل کھا رہی تھی۔

"کیسی قسمت کی دھنی ہے یہ مثال' پہلے سسرال والے کیا کم تھے۔ پیار محبت لٹانے والے' پیسہ دولت مال رکھنے والے' بھلے دھوکے باز تھے کہ اب یہ جو ایمرجنسی میں رشتہ ہوا' اس طرح نچھاور ہو رہے ہیں سب' جیسے مثال بی بی دنیا کی آخری خوب صورت ترین لڑکی ہو۔"

وہ دور جاتی گاڑی کی ٹیل لائٹس کو دیکھتے ہوئے دل میں کلس رہی تھی۔

عدیل نے جس طرح آخری وقت میں آکر فیصلہ بدلا تھا عفت کو یقین ہو گیا کہ مثال کے لیے عدیل کسی بھی حد تک جاسکتا ہے' وہ گیا بھی.... اس نے ایک عمر کی دوستی' تعلقات سب گنوا دیے۔ وہ تو شاید عفت کو بھی اپنی زندگی سے الگ کر دیتا اگر وہ مزید ہنگامہ کرتی۔

"یہ چڑیل اس گھر سے رخصت ہو کر بھی کبھی نہیں جائے گی۔" عفت کو یقین تھا۔

"تم پاگل تو نہیں ہو گئی ہو پری۔"

عفت بے تحاشا روتی پری کو دونوں ہاتھوں سے جھنجوڑتے ہوئے غصے اور طیش میں بولی تھی۔

"ہاں میں ہو گئی ہوں پاگل! میں نے چاہا تھا۔ واثق کو۔ پہلے میں نے محبت کی تھی اس سے۔ میں نے اللہ سے مانگا تھا اسے تو پھر وہ مثال کو کیسے مل سکتا ہے' وہ میری محبت ہے مما! میں اسے مثال کو تو کیا کسی کو بھی نہیں دے سکتی۔ میں جان سے ماردوں گی مثال کو۔ اسے کبھی بھی واثق کے ساتھ نہیں رہنے دوں گی۔"

وہ پاگلوں کی طرح بے سوچے سمجھے شدید جذباتی پن میں بولتی چلی جارہی تھی۔

"شادی ہو گئی ہے دونوں کی' ہوش کرو کچھ اور اس لڑکے میں ایسا کچھ نہیں' جو تم یوں ہوش کھو بیٹھو۔" عفت غصہ دکھاتے ہوئے اسے سمجھانے کو بولی۔

"شادی ہوئی ہے نا صرف تو کیا ہوا۔ شادیاں ختم بھی تو ہو جاتی ہیں۔ اس کی ماں کی بھی تو ختم ہوئی تھی اس کی بھی ہو جائے گی۔ میں کروں گی اس کی شادی ختم۔" اور باہر کھڑا عدیل ششدر سا رہ گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

مثال اس اجنبی کمرے کو دیکھ رہی تھی جہاں آج سے پہلے وہ کبھی بھی نہیں آئی تھی۔
مگر ڈریسنگ ٹیبل پر پڑے اس کے تصویری اسٹل اسکیچ کچھ اور ہی داستان سنا رہے تھے۔
وہ ششدر سی ان دونوں تصویروں کو دیکھے جا رہی تھی۔
"یہ میرا دیوانہ پن تھا۔ مانو گی ناں ان تصویروں کو تو دیکھ کر۔" وہ اس کے کان کے بالکل پیچھے آکر اس طرح سرگوشی میں بولا کہ مثال کو لگا اس کا دل تھم گیا ہے۔
صرف اس کا دل نہیں اس کائنات کی ہر شے اور مثال کے دل میں دھڑکتی دھڑکنیں بھی!
وہ بے حد خواہش کے بھی پلٹ کر اس کو اپنے اتنے قریب نہیں دیکھ پا رہی تھی جس کو پانے کی خواہش کو اس نے کبھی خواب میں بھی خود سے کہنے کی ہمت نہیں کی تھی۔
اور یہ تو اسے پتا تھا' وہ کبھی بھی قسمت کی اچھی نہیں رہی 'لیکن ان چند گھنٹوں میں جو کچھ ہوا' وہ اپنی قسمت کے بارے میں اپنا گلہ فراموش کر چکی تھی۔
یاد تھا تو صرف اتنا کہ وہ اس شخص کی ہو چکی ہے جس کی چاہت اس کے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں بھی کہیں بہت نیچے ہی نیچے پوشیدہ تھی۔
"کچھ نہیں کہو گی تم؟" اس نے بہت نرمی سے اسے بازوؤں سے پکڑ کر عین اپنے سینے کے بالمقابل کھڑا کیا تھا۔
اور اس کی پلکیں یوں بوجھل ہو رہی تھیں جیسے ان پر بڑا بھاری بوجھ پڑا ہو۔ وہ کبھی پلکیں اٹھا کر سامنے کھڑے اس پور پور محبت میں گندھے شخص کو نہیں دیکھ پائے گی۔
"مثال! تم خوش تو ہو ناں۔ پلیز کچھ کہو۔ کچھ بولو..... کچھ ایسا کہ مجھے لگے تمہاری محبت میرا وہم نہیں تھا۔ میرا یقین تھا۔ میری زندگی کا سب سے خوب صورت یقین جس کے سہارے میں تمہارے پاپا کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔" وہ بہت بھاری بوجھل لہجے میں کہہ رہا تھا۔
وہ صرف اس کی وائٹ شرٹ کے بٹنوں پر نظریں جمائے بالکل ساکت کھڑی تھی۔
"مثال! تم خوش ہو ناں۔ بتاؤ مجھے۔" اس نے پھر بے قراری سے پوچھا۔
اور وہ ضبط کھو کر اس کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)